# شانِ حدیث

(از جناب مولانا عبدالصمد صاحب مبارکپوری)

اس میں شمہ برابر بھی شک وارتیاب کی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید رشد وہدایت، فلاح ونجاح کی سب سے آخری اور مکمل ترین کتاب اور قانون ہے وہ گم کردہ راہوں کے لئے "نور" اور مریضانِ روح کے لئے "شفا" ہے یقیناً اس میں ہر چیز کا "بیان" اور ہر شے کی "تفصیل" ہے۔ لیکن افسوس کہ خارجی اثرات سے متاثر ومرعوب ہوکر ہندوستان میں ایک نئی جماعت ایسی پیدا ہوگئی ہے جو اس "تفصیل" و "تبیان" کے اصلی منبع ومہبط سے بے نیاز ہوکر اپنی آرا روا ہوا رہی کا لوگوں کو پابند کرنا چاہتی ہے انھوں نے تمام امت کے خلاف تفصیل و تبیان کا غلط معنی بیان کرکے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کا ایک نیا دروازہ کھولدیا۔ اور دنیا کو اب یہ تلقین شروع کردی کہ رسول اللہ صلعم کی احادیث کا مجموعہ خواہ وہ کتنا ہی صحیح ہو، قابل اعتنا اور لائق حجت نہیں۔

اس خیال کی تردید وتنقید میں ہمارے محترم دوست مولانا عبدالصمد صاحب مبارکپوری نے ایک کتاب "شان حدیث" کے نام سے لکھنی شروع کی ہے جسکا تھوڑا سا اقتباس آپ نے ہماری درخواست پر محدث کے اس نمبر کیلئے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ جسے قلت صفحات کی مجبوری کی وجہ سے ہم دو نمبروں میں انشاء اللہ شائع کرینگے۔ (مدیر)

---

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکام الٰہی کے پہنچانے والے (مبلغ عن اللہ) اور معلم تھے۔ روز وشب اور صبح ومسا کے اوقات میں آپ جو کچھ مجمع عام میں کرتے یا صحابہ کو حکم فرماتے اسکو آپ کے جاں نثار صحابہ جو پروانہ وار آپ کے حضور میں مسائل دین سیکھنے کیلئے ہر وقت موجود رہتے تھے بغور تمام آنکھوں سے دیکھتے اور بغایت توجہ کانوں سے سنتے اور بصد شوق وذوق اسکو بجالاتے اور اچھی طرح دیکھ سُنکر بہت مضبوطی وپختگی کے ساتھ یاد رکھتے اور دوسروں تک (جو بروقت وہاں موجود نہ ہوتے) پہنچاتے۔ جسکا ثبوت تاریخ اور سیرت اور حدیث کی کتابوں میں بھرا موجود ہے۔ جو محتاج بیان واظہار نہیں۔ یہی حدیثیں ہیں جنکو محدثین نے اسناد کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں جمع کیا۔

محدثین کرام اور علماء اصول نے حدیث کو باعتبار قلت وکثرت اسناد کے دو قسموں میں محدود ومحصور فرمایا ہے۔ **خبر واحد۔ خبر متواتر۔** خبر متواتر وہ حدیث ہے جس کے روایت وبیان کرنیوالے ہر زمانے میں اس قدر زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا عقلاً وعادتاً غیر ممکن ہو۔ اور جس حدیث کے راوی اتنے کثیر التعداد اور اس شرط کے موافق نہ ہوں وہ خبر آحاد ہے۔ حدیث متواتر کل مقبول اور معمول بہ ہوتی ہیں اور حدیث متواتر صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔ سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بکثرت موجود ہیں۔ شرح شرح النخبہ میں ہے۔

(فکلہ) ضمیرہ راجع الی المتواتر لانہ اقرب اوالی | یعنی خبر متواتر سب کی سب مقبول ہوتی ہے اور

الاول لانہ الاصل ای فجمیع افرادہ وانواعہ (مقبول) ای قبولا قطعیا لا ظنیا (شرح شرح النخبہ)

قطعی و یقینی طور پر مقبول ہوتی ہے محض ظنی طور پر نہیں۔

اور خبر واحد میں مقبول اور مردود ہر دو قسم کی حدیثیں ہوتی ہیں۔ جس میں قبولیت کے اوصاف پائے جائیں۔ یعنی راوی کا عادل وضابط وغیرہ ہونا پایا جائے وہ مقبول ہے۔ اور جس میں قبولیت کی صفات کماحقہ نہ پائی جائیں وہ نامقبول ومردود ہے۔

اور تمام مسلمانوں کے نزدیک خبر آحاد پر عمل کرنا واجب ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین نے اس سے حجت پکڑا اور اس کو قابل حجت وعمل مانا ہے۔ چنانچہ شرح نخبہ کی شرح میں ہے۔

وقولهم مردود لاجماع الصحابة والتابعين على وجوب العمل بالاحاد (شرح شرح النخبہ)

یعنی فرقہ معتزلہ اور روافض اور ابن داؤد وغیرہم کا قول کہ "خبر واحد واجب العمل نہیں ہوتی" مردود وباطل ہے اسلئے کہ جمیع صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ خبر واحد واجب العمل ہے۔" (پس اس کو واجب العمل نہ ماننا تمام صحابہ اور تابعین کی مخالفت کرنا ہے جو سراسر ضلالت ومعصیت ہے۔ فتح الباری میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (یعنی یہ کہ خبر واحد حجت اور واجب العمل ہے بالاجماع)

اب میں یہاں پر اقسام حدیث کی بحث کو قلم انداز کرکے صحیح حدیث کی نسبت مختصر تحریر کرتا ہوں کیونکہ عملوں کا دارومدار احادیث صحیحہ پر ہے یعنی عاملین بالحدیث (اہلحدیث) جن حدیثوں پر عمل کرتے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اور چونکہ صحیح حدیثوں سے کتب حدیث بھری ہیں اسلئے اس پر سب سے پہلے روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پس معلوم کرنا چاہئے کہ حدیث صحیح کی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

شرط الصحیح ان یکون اسنادہ متصلا وان یکون راویہ مسلما صادقا غیر مدلس ولا مختلط متصفا بصفات العدالة ضابطا متحفظا سلیم الذهن قلیل الوهم صحیح الاعتقاد (مقدمۃ الفتح)

یعنی حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ اسکی اسناد (اول سے آخر تک) متصل ہو اور اس کا ہر ایک راوی مسلمان ہو سچ بولنے والا ہو (روایت حدیث میں) اپنے استاد کو چھپانیوالا نہ ہو اور نہ مختلط ہو۔ اور عدالت کی صفتوں کے ساتھ متصف۔ لفظ حدیث کا ضبط (جمع) کرنیوالا ہو اور خوب یاد رکھنے والا ہو، اس کا ذہن (وہم وخطا سے) سلامت ہو۔ وہم بہت کم کرتا ہو اور عقیدہ صحیح رکھتا ہو۔"

دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں:۔

ان مدار الحدیث الصحیح علی الاتصال و اتقان الرجال وعدم العلل (مقدمۃ الفتح)

یعنی صحیح حدیث کا مدار سند کا متصل ہونا اور راویوں کا مضبوط ہونا اور علت کا نہ پایا جانا ہے۔

صحیح حدیث کی جو تعریف اور شرط اوپر بیان کی گئی۔ اس صفت اور شان کی حدیث مقبول اور واجب العمل ہوتی ہے اور اس کی اقتدا واتباع ذریعۂ نجات وموجب فلاح دارین ہے۔ منکرین حدیث اپنے باطل دعوے یعنی مخالفت سنت کیلئے

ثبوت میں بعض بزرگوں کا نام بھی لیتے ہیں لہذا اتباع سنت کی تائید وتاکید میں مسلم بزرگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہاں پیش کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ امام موصوف اپنی کتاب "الاربعین" میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان مفتاح السعادۃ اتباع السنۃ والاقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مصادرہ وموارده وحرکاتہ وسکناتہ حتی فی ھیئۃ اکلہ وقیامہ ونومہ وکلامہ لست اقول ذلک فی آدابہ فی العبادات فقط لانہ لاوجہ لاھمال السنن الواردۃ فیھا بل ذلک فی جمیع امور العادات فبذلک یحصل الاتباع المطلق قال اللہ سبحانہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقال تعالیٰ وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا فعلیک ان تلبس السراویل قاعدا وتتعمم قائما (الی قولہ) فلا ینبغی ان تتساھل فی امثال ذلک فتقول ھذا مما یتعلق بالعادات فلا معنی للاتباع فیہ لان ذلک یغلق علیک بابا عظیما من ابواب السعادۃ (الاربعین فی اصول الدین)

تم معلوم کرو کہ سعادت کی کنجی سنت کی پیروی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنا ہے آپ کے تمام گفتار وکردار اور حرکات وسکنات میں یہانتک کہ آپ کے کھانیکی ہیئت اور کھڑے ہونے اور سونے اور کلام کرنیکی ہیئت وشکل میں (بھی آپکی اقتدا کرنا چاہیے) میں یہ نہیں کہتا کہ آپکی اقتدا کرنا فقط عبادات کے آداب میں اس سبب سے ہے کہ اس کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہیں انکے چھوڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے بلکہ یہ آپکی اقتدا کرنا عادت کے تمام کاموں میں (بھی) ہے کیونکہ اسی صورت میں اتباع مطلق حاصل ہوگا۔ جسکا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرمایا (اے پیغمبر) تو کہدے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری اطاعت کرو اللہ تمہیں دوست رکھیگا۔ اور فرمایا "رسول جو کچھ تمکو دے اسکو لیلو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو" پس تمہیں ضروری ہے کہ پاجامہ بیٹھکر پہنو اور عمامہ کھڑے ہوکر باندھو اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس قسم کے کاموں میں تساہل کرو اور کہو کہ یہ سب کام عادات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان میں اتباع کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا تمہارے اوپر سعادت کے بڑے دروازہ کو بند کردے گا (اور آخرت میں بہت بڑے ثواب سے تم کو محروم کردے گا"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ھذا التحریض کلہ الذی ذکرتہ انما ھو فی العادات واما فی العبادات فلا اعرف لترک السنۃ من غیر عذر وجھا الا کفر خفی او حمق جلی (الاربعین)

یعنی یہ تمام اتباع سنت کی ترغیب جو میں نے بیان کی ہے ان امور میں ہے جو کہ عادت سے تعلق رکھتے ہیں۔ باقی عبادات تو عبادات میں بلا عذر سنت کو ترک کر دینے کی سوائے کفر خفی یا صریح حماقت کے کوئی دوسری وجہ میرے نزدیک نہیں ہے"

علیٰ ہذا القیاس امام موصوف نے اور مقاموں میں بھی اتباع سنت کی تاکید کی ہے اور دوسرے بزرگان دین اور اولیاء عارفین نے بھی حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی ہے۔ جس کے نقل کرنے میں طوالت ہے لہذا اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

**منقبت حدیث واہلحدیث** حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حدیث سے افضل کوئی علم نہیں ہے۔ امام حاکم نے فرمایا ہے کہ اگر محدثین کثرت سے اسانید کو یاد نہ رکھتے تو دین اسلام کے راستے مٹ گئے ہوتے اور اہل بدعت اور بے دینوں کو حدیثوں کے بنالینے اور اسنادوں کے بدل دینے پر قدرت ملجاتی حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ تم لوگ حدیث کو خوب کثرت سے پڑھو اسلئے کہ مومن کا ہتھیار ہے پس جب اس کے پاس ہتھیار نہ ہوگا تو کس چیز سے لڑیگا۔ اور امام باقرؒ نے فرمایا کہ آدمی کی فقہ حدیث کو سمجھنا ہے یا (یہ فرمایا کہ) حدیث کو پڑھنا ہے (شک راوی ہے) اور امام داؤد بن علی نے کہا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہ پہچانے اور حدیث صحیح و حدیث ضعیف کے درمیان تمیز نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔ امام شعبہ نے فرمایا کہ جس علم میں "حدثنا" اور "اخبرنا" (یعنی اسناد) نہ ہو وہ بیہودہ اور تلچھٹ ہے اور امام حفص بن غیاث نے اپنے بیٹے عمر سے فرمایا کہ اصحاب حدیث کو کبھی حقارت سے نہ دیکھنا جو کچھ ان لوگوں میں رائج ہے وہ سب دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

**احادیث کے ظنی ہونیکا عذر بارد** جس طرح فرقہ نیچریہ نے تیرہ سو برس بعد قرآن کریم کے بہت سے مقامات پر آیتوں کے جو معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام سے صحت کے ساتھ ثابت ومنقول ہیں یا لغت و محاورۂ عرب کے موافق ہیں ان کو چھوڑ کر اپنے جی اور اپنی سمجھ سے نئے معنے پیدا کرلئے ہیں اور انکی بنا پر بہت سی باتوں میں سلف وخلف کا خلاف کر گذرے ہیں جس سے ایک طرح پر قرآن کی اصلی تعلیم کو چھوڑ بیٹھے ہیں اسی طرح آجکل منکرین حدیث مخالف حدیث میں طرح طرح کے شکوک اور شبہات ایجاد کرتے ہیں، چنانچہ ایک شبہ یہ بیان کرتے ہیں کہ "حدیثیں سب کی سب ظنی ہیں لہذا وہ لائق عمل نہیں ہیں" لیکن انکا یہ شبہ بالکل بے معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر آجتک تمام مسلمانان عالم ان حدیثوں پر عمل کرتے اور ان کو حجت مانتے چلے آئے ہیں اور کسی نے ظنیت کا عذر یا شبہ نہیں کیا پس اب یہ شبہ کرنا محض گمراہی اور بے دینی ہے بڑے بڑے خلفا اور سلاطین کے عہد میں انھیں حدیثوں کی تعلیم وتدریس ہوتی تھی اور تمام مقدمات اور جھگڑے قرآن کریم کے بعد انھیں حدیثوں سے طے کئے جاتے تھے اور گھر گھر حدیث کی تعلیم رات دن ہوتی تھی جیسا کہ تاریخ کے مطالعہ کرنیوالوں پر واضح ہے پس آج یہ عذر کرنا کہ حدیثیں ظنی ہیں نہایت درجہ علم حدیث سے بے خبری کا ثبوت ہے۔ اوّلاً تو تمام حدیثوں کو ظنی کہنا ہی صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض کل حدیثیں ظنی مان لی جائیں تو اس سے انکا عدم حجت ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اسلئے کہ تمام صحابہ بالاتفاق اور تابعین و تبع تابعین نے احادیث پر عمل کیا ہے اور احادیث کو واجب العمل فرمایا ہے۔ پس باتباع ان اہل قرون ثلثہ کے احادیث واجب الاتباع ہیں اور ان کا خلاف کرنا "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین الآیہ" کے مصداق ہوگا۔ یہاں پر یہ لکھدینا کافی ہوگا کہ یہ اعتراض اس زمانہ سے پہلے اور کسی کو نہیں سوجھا تھا (سوائے زندیق اور ملحدین کے) اگر حدیثیں ناقابل عمل ہوتیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں فرمان بھیج بھیج کر محدثین اور علما ء امصار و بلاد سے احادیث نہ جمع کراتے، اور یہ بڑے بڑے دفتر مرتب ہوکر آجتک موجود نہ ہوتے

غرض یہ اعتراض محض لغو اور بے اصل ہے۔

## حدیثوں کا کوئی مجموعہ نہیں

منکرین حدیث منہ پھاڑ پھاڑ کر یہ اعتراض بھی کیا کرتے ہیں کہ "اگر حدیثیں حجت ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکا کوئی مجموعہ لکھوا کر ضرور چھوڑ کر جاتے"۔ میں کہتا ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو توریت کے احکام پر عمل کرنا دشوار گذرا اور موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر آمادہ ہوئے اور کوئی حیلہ وعذران کے پاس سرتابی کیلئے نہ تھا تو انھوں نے یہ کہا کہ اے موسیٰ ہم آپکی بات ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً، اسی طرح آجکل کے منکرین حدیث اور دیگر فرقے ہیں جو کہ قرآن یا حدیث پر اس قسم کے لایعنی اعتراض کرتے ہیں۔ مگر اسکا جواب کئی طرح سے ہے اول تو یہ کہ یہ اعتراض علم حدیث سے ناواقفیت ولاعلمی کے سبب سے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو قرآن کی طرح بالالتزام لکھوا کر جمع نہیں کرایا لیکن آپ نے کتابت حدیث کی اجازت ورخصت مرحمت فرمادی تھی۔ اور بہت سے صحابہ حدیثوں کو قلمبند کرلیا کرتے تھے جیسا کہ کتب حدیث اور تواریخ وغیرہ میں صدہا واقعات مذکور ہیں۔ **دوم** یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثوں کا کوئی خاص مجموعہ لکھوا کر چھوڑ جاتے تو کس کے پاس چھوڑتے آخر اسکو انھیں جاں نثاروں کے ہاتھوں میں دیتے اور اس کے نقل کرنے والے اس کو ہم تک پہنچانیوالے بھی یہی صحابہ کرام اور ان کے اتباع اور محدثین سلسلہ بسلسلہ ہوتے جن کے واسطے سے ہم کو قرآن مجید پہنچا ہے اور موجودہ حدیثیں پہنچی ہیں۔ پس منکرین حدیث اور کج فہم لوگ اس مجموعہ میں بھی اسی قسم کے لچر شبہے پیدا کرتے جیسے آجکل موجودہ احادیث پر کرتے ہیں اور اس مجموعہ کو بھی ظنی اور غیر متواتر کہکر ٹالدیتے پس اس مجموعہ کا چھوڑنا بے سود ہوتا۔ جب اہل زیغ واہل ہوا نے قرآن مجید میں جس کے برحق اور صحیح وصادق ہونے میں ذرا بھی کسی شک وشبہ کا امکان نہیں ہے اور جو ہر طرح سے محفوظ اور ہر نقص وشک سے مبرا ہے۔ حرف گیری ونکتہ چینی کی اور ان کے دلوں کو اسپر بھی اطمینان ویقین نہ ہوا تو احادیث اُن کے اعتراض سے کب سلامت رہ سکتی ہیں اور ان کو حدیثوں سے کیونکر تشفی وتسلی ہوسکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (پ ۳ س آل عمران) یعنی اس (خدا) نے تیری طرف کتاب اتاری جس میں سے بعض آیتیں محکم (واضح) ہیں یہی ہیں اصل کتاب۔ اور دوسری متشابہ (ملی جلی) ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے متشابہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں فتنہ (گمراہی) پردازی اور اصلی معنے معلوم کرنے کیلئے۔

غرض قرآن کریم جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے اسمیں بھی بعض کج فہم اور کج طبع لوگ اپنے کور باطنی سے گمراہی اور فتنہ پیدا کرنے کیلئے شبہ اور کلام واعتراض کرتے ہیں۔ پس احادیث نبویہ پر اعتراض وشبہ کرنا ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں ہے۔

**سوم** یہ کہ اس زمانہ میں کتابت کا رواج بہت کم تھا اور قلت رواج کے باعث کتابت کرنیوالے بھی کمیاب تھے۔

اور اسباب کی بھی کمی تھی۔ پس اندریں صورت حالات کتابت کا انتظام واہتمام سخت دشوار تھا۔ کتابت قرآن ہی کا جو التزام کیا گیا یہی غنیمت اور بسا غنیمت تھا۔

**چہارم** یہ کہ یہ امر ظاہر ہے کہ تمام حدیثیں بیک وقت اور ایک مجلس میں آپ سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں بلکہ جس طرح قرآن مجید تیئیس ۲۳ سال کی طویل مدت میں حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا آپ پر نازل ہوا۔ اسی طرح احادیث بھی حسب ضرورت وحاجت صبح وشام اور لیل ونہار کے مختلف اوقات میں اتنی ہی مدت طویل میں آپ سے صادر وظاہر ہوئیں۔ کیونکہ آپ کا ہر قول وفعل واجب العمل اور ضروری الاتباع ہے تاوقتیکہ کوئی قوی دلیل خلاف میں موجود نہ ہو۔ پس اس صورت میں بھی جمع وکتابت حدیث کا انتظام نہ صرف دشوار بلکہ محال وخارج از طاقتِ بشر تھا۔ پس آپکا حدیثوں کا کوئی مجموعہ لکھوا کر نہ چھوڑنا عدم حجیت حدیث کی دلیل ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اگر آپ کچھ حدیثیں جمع کرا کر چھوڑ جاتے تو آئندہ بہت ممکن تھا کہ یہ اختلاف اور جھگڑا پڑ جاتا کہ کچھ لوگ اس مجموعہ ہی کو صحیح جانتے اور اس سے خارج دوسری حدیثوں کو انکار کر دیتے اور کہدیتے کہ وہ حدیث اس مجموعہ رسول میں نہیں ہے اس لئے وہ حدیث رسول ہی نہیں ہے، یا ممکن تھا کہ کوئی مخالف اسلام موقع ڈھونڈھ کر اس مجموعہ کے اندر کمی وبیشی کر دیتا۔ یا بعض دوسرے لوگ اس مجموعہ کو ناقابل اعتماد سمجھنے لگتے اور بمقتضائے طبیعت بشری کے ضد اور نفسانیت سے اسپر اعتراض کرتے یا اس کو تسلیم ہی نہ کرتے تو بجائے اصلاح اور ہدایت کے اور موجب فتنہ وضلالت ہوجاتا پس ان وجوہ سے آپ کا حدیثوں کو جمع نہ کرانا ان کے لکھانے سے زیادہ مفید اور سودمند وقرین مصلحت تھا۔ پس آپ کے کوئی خاص مجموعہ حدیث نہ چھوڑنے سے احادیث کی عدم حجیت لازم نہیں آتی اور اسکو حدیث کے حجت شرعی کی نفی پر ہرگز محمول نہیں کیا جاسکتا۔ کلا ثم کلا

(باقی)

# مسلم سے خطاب

(از عبداللہ صاحب مضطر مبارکپوری متعلم رحمانیہ)

خودی میں ڈوب کے محوِ سرور کرتا جا
نقوش غم میں مسرت کا رنگ بھرتا جا

ڈبونا چاہے زمانے کی موج جتنا تجھے
فنا کے بحر سے اُتنا ہی تو اُبھرتا جا

نہ آئے حرفِ شکایت کبھی زباں پہ تری
تو پڑ کے شعلۂ کلفت میں خود نکھرتا جا

دکھادے سارے زمانے کو جذبۂ ملت
جو چھیڑے کوئی تو تو اور بھی بپھرتا جا

نہ توڑ ملتِ بیضا کے جام وساغر کو
اسی سے بیخود وسرمست سب کو کرتا جا

نقوش دولت وعزت کے تیرے مٹنے لگے
تو پھر سے ان میں وہی کہنہ رنگ بھرتا جا

نہیں زمانے میں پہلی سی اب جہاں بانی
مثال تازہ عمرؓ کی ذرا تو کرتا جا

ہے بیٹھی گھات میں برقِ شرر فشاں تیری
نگاہِ قہر سے اس کو بھی سرد کرتا جا

تو دیکھ اب نہ نشیب وفرازِ دھر نہ دیکھ!
اٹھ اور غیر کی چشمِ عتاب وقہر نہ دیکھ!